21-12-24

شکوہ جواب شکوہ

سب سے مہلک نفسیاتی حال مظلومیت کا ہے۔
یعنی victum mindset - محکومیت یا مجبوری،
شکوہ شکایت، مرعوبیت کی نفسیات
عدم تحفظ کی نفسیات - خوف کی نفسیات
ہماری مجموعی سائیکی state ہے -
۱۹۱۱ میں اقبال نے شکوہ نظم کہی
اور تقریباً ڈیڑھ سال میں ہی

Text میں ایک اور Speech
فرق ہوتا ہے - کلام کی ایک
شاعری لوان اصحاب علم سے سننے کا شرف
حاصل کر رہے - جن کے اندر اقبال کی شاعری
اتری ہے -

ایک شعوری وجود

ایک احساساتی وجود بھی ہے۔

ترنم اور کوئی بھی معنوی کلام ہمارے اوپر اثر پیدا کرتا ہے۔

ضیا محی الدین ۔ سہیل عمر صاحب

امیر مینائی نے کہا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔

رشیا اور برطانیہ ایران پر حاوی تھا۔

مسلمانوں کو لگتا تھا کہ ہم زوال پذیر ہیں۔

بانگ درا 20 سالوں کی شاعری ہے۔

تصویر درد جو پہلے اقبال نے کہی ہے۔

ہویدا آج اپنے زخم میں پنہاں
کرکے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستان کر کے چھوڑوں گا

شکوہ ہے جو ارتعاش پیدا ہوا ہے وہ اقبال
کے پورے کلام پر ہے۔
حضرِ راہ کا ایک شعر ہے۔

واسوخت اردو شاعری کی ایک صنف ہے۔ انتہائی
درد و غم میں ڈوبا ہوا کلام مرثیہ اگر بہت غم میں
ڈوب جائے تو واسوخت کہتے ہیں۔
~~شکوہ~~ مرثیہ میں عاشق کی catharsis کرتا ہے۔
امتِ مرحوم کا مرثیہ ہے یہ امت کا مرثیہ ہے۔
nonjudgment غم کو counceling
nonmental listening therapy
ہے۔
دل کے زخموں کو مونس و غم خوار کی توجہ
کی ضرورت ہوتی ہے۔

Mentoring

سمت کو بدلنے کی کوشش ہے۔
اصلاحِ نفس کی کوشش جو سمت کو بدلنے
سے ہوتی ہے۔
شکوہ اور جواب شکوہ میں دونوں موجود
ہیں۔
جوابِ شکوہ میں دلوں کا جو سکون ذکر سے
پیدا ہوتا ہے وہ ہے۔
ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے کہا کہ اسکا
اثر بعد کی نظموں میں نظر آتا ہے۔

31 بند ہیں۔
مسدس کی شکل میں ہے یہ نظم۔
حالی نے شبلی کی فرمائش پہ
نظم کہی۔

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر۔

تنہائی کا احساس شکر، احساس ذمہ داری
ختم ہونے لگتا ہے۔
اسکا تصور ذات بری طرح خراب ہو جاتا ہے
اقبال اپنے کشمیری لہجے میں ترنم سے نظمیں
پڑھا کرتے تھے۔

شکوہ میں اقبال نے ترنم کی بجائے تحت اللفظ
میں پڑھنا شروع کی۔
تصوف کی روایت میں صوفی اور اللہ کے درمیان
تعلق اور مکالمے کے جو اسباب پیدا ہوتے ہیں

سچے عاشق کا مرثیہ ہے۔

ضمیر جعفری

ع بپا ہر سال ہم مجلس اقبال کرتے ہیں
پھر اس کے بعد شب کرتے ہیں قوال کرتے ہیں۔

اے خدا شکوۂ ارباب وفا بھی سن لے۔
خوگر حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے۔

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا :

طعنۂ اغیار ہے رسوائی ہے ۔

مسئلہ خیر و شر
مسئلہ جبر و قدر

مال صرف خیر نہیں ہے ۔ شر بھی ہے ۔

محکومی اور مجبوری کی نفسیات اپنی انتہا پر تھا۔

آج کے مسلمانوں کو جو اطمینان اپنے ایمان پر ہے

صحابہ کو بھی نہیں تھا۔

کبر خفی، زعم اور اسلاف کے کارناموں کو

اپنے کھرتے میں لانا۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے۔

بابت کہتی کی نہیں تو بھی تو مرجائیگی ہے۔

شکوہ اور جواب شکوہ میں دو فارسی کے

اشعار ہیں۔

جواب شکوہ میں یہ لفظ آیا دو سکولز

ہیں بانگ درا اور بانگ درا

شکوہ ایک مقام پر دعائیہ کلام میں تبدیل ہوتا

ہے۔

مشکلیں امت مرحوم کی آسان کرو

مور بے مایہ کو بھی ہمدوش سلیمان

کردے

مرحوم کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ۔

1 وہ امت جس پر رحم کیا گیا ہو ۔

2 ۔ ایک امت مردہ

بے حقیقت جو نشے سے ہوئے بے مایہ ۔

دعا کے کامل ہونے کی نشانی ہے جس میں اعترافات

شامل ہو جائیں ۔

جنس نایاب محبت کو وارزاں کر دے

ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کر دے ۔

اقبال کے وہ مصرے جن میں رنج اور بندے کا تعلق اور

اعتراف شامل ہے ان کو موسیقی کے ساتھ پڑھنے

میں جو کہ صحیح نہیں ہے ۔

دیکھ بلبل سے کر رہے ہو تم تو گلہ اب تک

دلطف مصرے میں ہے نہ مزہ جینے میں ۔

دعا اس بات کا نشان ہے کہ ابھی امید مری
نہیں ہے ۔

عجمی خم ہے لڈ کیا سے کو۔ حجازی ہے ۔

uninterrupted آپ میں councilling
سنتے رہیں اور بولنا اسکے راستے میں دیوار نہ بنے
حائل ہونے کرنا۔

قصہ آدم اہم المبحث
شکوہ اور جواب شکوہ میں قصہ آدم کا۔
echo نظر آتا ہے ۔

عرش معلی سے کم نہیں سینۂ آدم

مجھ کو کچھ سمجھا تو رضوان سمجھا۔
... جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھا۔

آتی آواز غم انگیز ہے افسانہ تیرا

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اقبال کی اس گستاخی کو نظر انداز کرنے کی قدرت
رب کریم کے علاوہ کسی کو نہیں ہوتی ۔

ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا نے ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہے کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے را ۔ ۔ ۔ ۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں ۔
ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں ۔

عہد حاضر میں اب ترتیب بدل گئی ہے
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر رہے ۔
تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں ۔
جو مسلمان تھی اللہ کا سودائی تھا ۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے ۔

جواب: شمارہ میں mentoring ہو رہی ہے ۔

تعصب = زبان اور ذات کی بنیاد پر
اور مذہب کی بنیاد پر پیدا ہونے والا

ہم آرائیں ہیں ۔ وہ بھی ہے ۔ یہ سندھی
ہیں یہ ۔۔۔

مسلم امہ میں سب سے زیادہ خرابی کا باعث
یہ بنے ہیں ۔

ہم فرقہ بندی ہیں کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں ۔
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں ۔

تشخیص مسئلہ اور اسباب حل بہت گہرا ہے ۔

مصلحت وقت کی ہے ۔ ———

قلب میں سوز نہیں روح میں ۔۔۔

مسلمانوں کے زوال کی بڑی وجہ سائنس اور

ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانا ہے۔

اور رسول اللہ کے طریقے کو ترک کر رہے

ہیں۔

West کا Perspective اور World view

کو قبول کیا اور اپنایا ہے اور ہمارا ایمانی

تناظر سے بیزار ہو گئے ہیں

پورے جواب شکوہ میں ایک شعر ہے مکمل تھا

میری نظر میں۔

باپ کا علم اگر نہ بیٹے کو از بر ہو۔

پھر پسر کیوں کیسے قابل وارث پدر ہو۔

Process حاصل ہونا ہے تک کے پورے

علم کہتے ہیں۔

ایمان، علم، عمل، کردار کہاں ہے؟

انبیا سے جو میراث ملی تھی

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم ہوئے خوار تارک قرآن ہو کر

تا خلافت بنا دنیا میں ہو پھر

ہم خطا کار و خطا ہیں وہ خطا پوش و کریم

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے کوئی کرے تو ویسا قلب سلیم

ہوگا
امن بنی اقوام کا —

اس نئی تہذیب نے روایت سے Commitment توڑی ہے۔

تو نہ مٹ جائے گا ایران
نشہ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے۔
مایوسی کا نہ مردار اور اس جبر میں امید کا
ایک جزیرہ

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ایک بزرگ جن کی خدمات حاصل کی گئیں شاہی
خاندان کے شہزادے کو پڑھانے کے لیے اور ان
کی تربیت سے وہ شہزادہ مسلمان ہو گیا اور
وہ جب بادشاہ بن گیا تو سارے
مسلمان ہو گئے۔

امتحان ہے تیرے ایمان کا خودداری کا -

ہے جو ہنگامہ بپا یورش بلغاری کا

تو سمجھتا ہے کہ سامان ہے دل آزادی ہے -

نور حق بجھ نہ سکے گا

کیوں ہراساں ہیں - - - -

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں عشق محمد سے اجالا کر دے -

موت سے پہلے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے -

اقبال ہمارا مقصود نہیں ذریعہ بننا چاہیے -

جو اقبال کا مقصود ہے -